کے لئے تمہیں زندہ چھوڑ رہا ہوں۔

<u>ترجیحات محبت وعداوت؟</u> آپ اور ہم سب کیلئے لمحہ فکریہ ہے کہ آج ہمارے محبتوں اور عداوتوں کے ترجیحات کیا ہیں اگر کسی سے دوستی ہے تو اسکے تہہ میں کیا بات ہے اگر کسی سے دشمنی ہے تو اس میں کیا راز پوشیدہ ہیں اگر کسی کافر سے ہمارے دنیاوی منافع واغراض حاصل کرنے کی امید وابستہ ہیں تو اسکے سامنے سر تسلیم خم کر کے اس کے ناپاک قدموں میں اپنے عزت، وقار اور اسلامی غیرت کو نچھاور کرنا اپنا اولین فرض سمجھتے ہیں اور کسی مسلمان سے دنیاوی مال ومتاع جسے اللہ تعالیٰ نے ”قل متاع الدنیا قلیل“ فرمایا حصول کی توقع نہیں تو اسے اپنا ازلی دشمن سمجھا جاتا ہے۔ نتائج آپ کے سامنے ہیں کہ جن نفوس قدسیہ نے محبت اور دشمنی میں اللہ کی رضا مندی کو مقدم سمجھا انہوں نے دنیا میں اسلام کی عظمت، مسلمانوں کے سربلندی اور غلبہ کے جھنڈے گاڑ دیئے اور دوسرے طرف ہم ہیں کہ ہمارے دوستی اور دشمنی کی بنیاد معمولی مفادات، خودغرضی، رسم ورواج پر قائم ہیں جسکی وجہ سے آئے روز ہم دینوی واخروی دلدل میں پھنستے جارہے ہیں۔ فاسق وفاجر حتی کہ غیر مسلم صاحب ثروت واقتدار شخص سے ہاتھ ملا کر ہم فخر سے معاشرہ میں اپنے آپ کو معزز وشریف کہلوانے کیلئے تگ ودو کیلئے تو ہر وقت مصروف رہتے ہیں اور جس سے ملنے اور دوستی کا حکم ہمیں ہمارے محبوب نبی پیغمبر انقلاب نے دیا ہے اس سے بالکل غافل ہیں۔

<u>دوست بنانے سے قبل غور وفکر:</u> رحمۃ للعالمین ﷺ کا ارشاد ہے۔ عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ المرء علی دین خلیلہ فلینظر احد کم من یخالل رواہ الترمذی (ترجمہ) حضرت ابوھریرہ روایت کررہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہر انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے لہٰذا دوستی کرنے سے پہلے غور وفکر کرلو کہ کس سے دوستی کر رہے ہو۔

محترم حضرات عام طور پر انسانی فطرت ہے کہ جس سے دوستی کرتا ہے اٹھتا بیٹھا ہے اس کے معاشرت آداب واطوار کو اپنا کر اسکا رنگ اسپر بھی چڑھ جاتا ہے۔ بہر حال ابھی تک بیان کردہ وعظ کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ رضوان علیہم اجمعین نے اللہ ورسول کے احکامات کی تعمیل میں راستوں میں اپنی ہر خواہش، اولاد و مال متاع کو لات مار کر اللہ کی رضا حاصل کی۔ اگر ایسے مزید واقعات کا ذکر تفصیل سے کرنا شروع کردوں تو ہفتوں مہینوں میں بھی حق ادا نہ ہو سکے گا۔ صحابہ کی انہی قربانیوں کے بدولت رب العزت نے دنیا میں رفعت وکامرانی سے نوازا۔ اور آخرت کی خوشخبری بھی رب العزت نے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی صورت میں عطا فرمائی۔ مالک کون ومکان ہمیں بلکہ تمام امت مسلمہ کو اللہ کی خوشنودی کیلئے محبت اور اسی کی خاطر دشمنی کی ہمت وتوفیق عطا فرمائے۔ امین

میں جو داستانیں مشہور تھیں جبرئیل ان سب کو محمد کے سامنے بیان کردیا کرتے تھے۔' ۳ جبکہ 'گولڈ زیہر' کے مطابق: 'نبی عربی کا پیغام دراصل ان مذہبی خیالات اور معلومات کا منتخب خلاصہ تھا جو آپ کو یہودی اور عیسائی حلقوں سے روابط کی بنا پر حاصل ہوئیں۔ ان خیالات سے آپ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور دل میں خیال پیدا ہوا کہ ان کے ذریعہ اپنے ہم وطنوں میں سچے مذہبی جذبات کو بیدار کیا جاسکتا ہے۔ یہ بیرونی تعلیمات آپ کے وجدان میں سرایت کرگئیں اور آپ سمجھنے لگے کہ رضائے الٰہی کے مطابق ان کے ذریعہ انسانی زندگی کو ایک رنگ دیا جاسکتا ہے۔ محمد اس قسم کے خیالات سے اس قدر متاثر ہوئے کہ وہ آپ کا عقیدہ بن گئے، لیکن آپ ان کو وحی سمجھتے رہے۔' ۴ 'جارج سیل' نے تو یہاں تک مفروضہ گھڑا ہے کہ 'قرآن کے مصنف یا اس کتاب کو اختراع کرنے والے محمدؐ ہیں۔ اگرچہ اس بات کا غالب امکان موجود ہے کہ اس منصوبے میں ان کو دوسرے لوگوں سے جو مدد ملی وہ کم نہ تھی۔ جیسا کہ ان کے اہل وطن نے ان پر یہ اعتراض کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ البتہ ان وا س قسم کی مدد مہیا کرنے والے مخصوص شخص کے تعین میں ان کے مفروضے باہم اتنے متضاد تھے کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ محمد کے خلاف اس الزام کو ثابت نہ کرسکے، یہ فرض کیا جاسکتا ہے کہ محمد نے اس معاملے کو خفیہ رکھنے کے لیے اتنے عمدہ اقدامات کیے کہ ان کی وجہ سے اس راز کا انکشاف ممکن نہ تھا۔' ۵

اس طرح کے نہ معلوم کتنے اعتراضات ہیں جو مستشرقین اور خاص طور سے مغربی دانش وروں نے قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے سلسلے میں کئے ہیں۔ ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔ عیسائیوں کے عظیم پیشواہوں یا یہودیوں کے علم بردار، یا پھر مستشرقین کا گروہ۔ سب نے قرآن کو موضوع بحث بنایا ہے۔ ان لوگوں نے جتنی کوشش قرآن کو سمجھنے کی اپنی الہامی کتابوں کے افہام وتفہیم کے لیے نہ کی ہوگی۔ اس کام کو بہتر طریقے سے انجام دینے کے لیے ان لوگوں نے باضابطہ عربی زبان وادب کو سیکھا اور اسلامی علوم کا مطالعہ کیا۔ چنانچہ پہلے ان لوگوں نے یہ کہا کہ وحی کوئی چیز نہیں۔ نہ صرف اس کا انکار کیا بلکہ وحی کا مذاق اڑانے کے لیے طرح طرح کی کہانیاں بیان کی گئیں، کبوتر کا افسانہ اور بیماری کی داستانیں اسی تمسخر کی کڑیاں ہیں۔ ۶

قرآن مجید اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے: کفار مکہ قرآن کو نہ کلام الٰہی مانتے تھے اور نہ ہی قرآن جیسی کوئی کتاب یا سورت یا چند آیات پیش کرنے پر قدرت رکھتے تھے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ محمد کیا ہیں، کیا مطالبات کر رہے ہیں اور جو کچھ پیش کررہے ہیں وہ ان کا اپنا ہے یا خدا کی طرف سے وحی کردہ ہے۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے دل کی کدورت کا بھانڈا پھوڑا اور انہیں کلام الٰہی کا یقین دلاتے ہوئے فرمایا: "أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ. فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ." (الطور:۳۳-۳۴) (کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ قرآن خود گڑھ لیا ہے، اصل بات یہ ہے کہ یہ ایمان لانا نہیں چاہتے، اگر یہ اپنے اس قول میں سچے ہیں تو اسی شان کا ایک کلام بنالائیں۔)

کفار مکہ کے مقاصد کی تکمیل نہ ہوئی تو آخر میں ان لوگوں نے یہ بات مشہور کی کہ نبیؐ جو کچھ کہتے اور جسے اللہ کا کلام

بناتے ہیں۔ یہ محض جھوٹ ہے اور اصل یہ ہے کہ انہوں نے اہل کتاب کے فلاں فلاں عالموں سے اخذ کیا ہے اور انہیں کے سکھانے پڑھانے پر یہ کلام پیش کر رہے ہیں۔ کفار کی اس دروغ گوئی اور بہتان تراشی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: ”وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاؤُوا ظُلْماً وَزُوراً . وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلاً. قُلْ أَنزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُوراً رَّحِيماً.“ (الفرقان:۴-۶)

(جن لوگوں نے نبی کی بات ماننے سے انکار کردیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ فرقان ایک من گھرت چیز ہے، جسے اس شخص نے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں۔ کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنہیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح وشام سنائی جاتی ہے۔ اے نبیؐ ان سے کہو کہ اسے نازل کیا ہے اس نے جو زمین اور آسمانوں کا بھید جانتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا غفور رحیم ہے۔)

ایک اور مقام پر اسی بات کو مختصر انداز میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

”ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُون.“ (الدخان:۱۴)

(پھر انہوں نے رسول کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے یہ تو سکھایا ہوا مجنون ہے۔)

عربی الہامی اور آفاقی زبان ہے۔ اس کی آواز کانوں تک پہنچتے ہی لوگ اس کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں۔ اس کا استعمال پوری دنیا میں کسی نہ کسی طرح ہوتا ہے۔ مگر جس انداز اور سلیقے سے اہل عرب اسے بولتے ہیں عجمی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتے۔ چنانچہ کفار ومشرکین کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ یہ کتاب عربی زبان میں ہی کیوں نازل ہوئی۔ کسی عجمی زبان میں نازل ہوتی تو واقعی ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کتاب محمدؐ پر نازل ہوئی ہے۔ ان کے اس اعتراض کا بھی جواب اللہ تبارک وتعالیٰ نے دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا: ”وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ. نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ. عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ). بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ. وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ. أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ. وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ. فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ.“ (الشعراء:۱۹۲-۱۹۹) (یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے۔ اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے، تاکہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جائے جو (خدا کی طرف سے خلق کو) متنبہ کرنے والے ہیں۔ صاف صاف عربی زبان میں اور اگلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے) کیا ان (اہل مکہ) کے لیے یہ کوئی نشانی نہیں ہے کہ اسے علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں۔ (لیکن ان کی ہٹ دھرمی کا حال تو یہ ہے کہ) اگر ہم اسے کسی عجمی پر بھی نازل کردیتے (اور یہ فصیح عربی کلام) وہ ان کو پڑھ کر سناتا تب بھی یہ مان کر نہ دیتے۔)

قرآن کا دعویٰ کہ وہ کلام الٰہی ہے: جب نبیؐ کی بعثت ہوئی اور آپ نے تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دیا تو جن کے دل پہلے سے حق کو قبول کرنے کے لیے تیار تھے وہ بغیر کسی تذبذب کے آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے۔ مثلاً حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن حارثہؓ اور دوسرے صحابہ۔ ایسی بات نہ تھی کہ ان کے قبول اسلام کا اثر معاشرہ پر نہ پڑا ہوگا اور ان کی رغبت کسی نہ کسی درجہ میں اسلام سے نہ ہوئی ہوگی۔ مگر چوں کہ ایسا کرنے سے ان کے مفادات مجروح ہو رہے تھے، اس لیے سرے سے انہوں نے نبوت کا انکار کر دیا اور قرآن کی مخالفت کرنے لگے۔ جس طرح سے انہوں نے کلام الٰہی کی تکذیب کی، سب کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اللہ نے انہیں نبی کے ذریعہ ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی۔ اس نصیحت کا ان پر اثر بھی ہوا، لیکن جن لوگوں نے اپنی ضد کو ہی سب کچھ سمجھا، اسے اللہ تعالیٰ نے حرف آخر کے طور پر قرآن کی صداقت کا بھی یقین دلایا اور ان کے سامنے دلائل کے انبار لگا دیئے، تا کہ وہ خود فیصلہ کر سکیں کہ حقیقت کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "إِنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ." (الزمر:۴۱) (اے محمدؐ، ہم نے تم پر یہ کتاب لوگوں کے لیے حق کیساتھ نازل کی ہے۔ اب جو ہدایت قبول کرے گا اپنے ہی بھلے کیلئے کریگا اور جو گمراہ ہوگا اس کا وبال بھی اسی پر ہوگا، تم اس کے ذمہ دار نہیں ہو۔)

"وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ. نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ. عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ." (الشعراء:۱۹۲-۱۹۵) (اور بلاشبہ یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے، اسے لے کر ایک امانت دار روح تمہارے قلب پر اتری ہے، تا کہ (اے محمد) تم منذرین (خلق خدا کو خبردار کرنے والے انبیاء) میں سے ہو جاؤ، صاف صاف عربی زبان میں۔)

قرآن کا چیلنج پوری دنیا اور قیامت تک کیلئے ہے: اگر کفار مکہ نے قرآن کریم کو من گھڑت کلام سے تعبیر کیا تو خود باری تعالیٰ نے اس مقدس کتاب میں مختلف مقامات پر اس کا جواب دے کر ان کے فاسد خیالات و نظریات کو طشت از بام کر دیا۔ اسی کے ساتھ انہیں اس بات کی بھی اجازت دی کہ اگر واقعی تم اپنے دعوے میں سچے ہو اور تم بھی نبی کی طرح ایک انسان ہو، عقل و فہم رکھتے ہو، اپنی زبان دانی پر ناز ہے تو اس جیسا کلام تیار کر کے پیش کر کے دکھاؤ۔ (القصص:۴۹/ یونس:۳۸) قرآن مجید کے اس چیلنج کو مزید وسیع کریں تو مغربی دنیا پر بھی یہ بات فٹ آتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے معترضین کی درماندگی اور بے بسی کا بھی خیال رکھا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ کسی پر اس کی استطاعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ (البقرہ:۲۸۶) اس لیے ان سے یہ بھی کہا کہ تم پوری کتاب تصنیف کرنے پر قدرت نہیں رکھتے تو پھر اس جیسی دس سورتیں ہی بنا کر پیش کر دو:

"أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُم

صَادِقِيْنَ." (ہود:۱۳) (کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ کتاب خود گڑھی ہے، کہو اچھا یہ بات ہے تو اس جیسی گڑھی ہوئی دس سورتیں بنا لاؤ اور اللہ کے سوا جس کو چاہو اپنی مدد کے لیے بلا لو، اگر تم سچے ہو۔)

ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا: "وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ. فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَن تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ." (البقرہ:۲۳-۲۴)

(اور اگر تمہیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے، یہ ہماری ہے یا نہیں، تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ۔ اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو، ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس کی چاہو مدد لے لو، اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ، لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے، تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر جو مہیا کی گئی ہے منکرین کے حق کے لیے۔)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر موقع پر کفار ومشرکین کی رعایت کی۔ مگر وہ کہیں بھی اپنے دعویٰ کے استحکام کے لیے دلیل پیش نہ کر سکے۔ چنانچہ اب اللہ تعالیٰ نے ان کے بے بسی اور کمزوری کا پردہ فاش کیا اور فرمایا:

"قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا." (بنی اسرائیل:۸۸)

(کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔)

قرآن کو کلام الٰہی سمجھنے کے باوجود انکار: کفار مکہ قرآن کے متعلق جو اعتراض کرتے تھے، وہ ان کی جہالت یا ہٹ دھرمی تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ نبی کا دین پھلے پھولے۔ اس لیے انہوں نے اس کی مخالفت کی۔ باوجود اس کے کفار مکہ قرآن کے اعجاز والفاظ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے اسے، شاعری، ساحری، من گھڑت، سیکھا سکھایا کلام، سابقہ کتابوں سے اقتباس، کیا نہیں کہا۔ مگر اس کلام ربانی کو سننے کے لیے بعض وقت وہ بے تاب ہو جاتے اور نہ چاہنے کے باوجود چھپ چھپا کر اسے سنتے تھے۔ محفلوں میں آتے تو مخالفت کرتے "اس قرآن کو نہ سنو اور جب یہ پڑھا جائے تو شور وغل کرو"۔ (فصلت:۲۶) مگر تنہائی میں قرآن کے الفاظ ومعنی اور اعجاز پر غور کرتے تو یہی نتیجہ اخذ کرتے یہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے، کسی انسان کا کلام نہیں۔

سفیان بن حرب، ابوجہل، اخنس بن شریق اور ابن وہب ثقفی کے متعلق یہ روایت ملتی ہے کہ یہ سب راتوں کو چھپ کر قرآن سنتے تھے اور جب واپسی میں کسی مقام پر ان کی ملاقات ہو جاتی تو ایک دوسرے پر لعنت وملامت کرتے اور آئندہ کبھی قرآن نہ سننے کا وعدہ کرتے، مگر اگلی رات پھر یہی صورت حال پیش آتی، آخر میں ان

لوگوں نے قرآن کے متعلق یہی فیصلہ کیا کہ واقعی یہ اللہ کا کلام ہے، کسی انسان کا نہیں ہے۔ پھر بھی ہم اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ ۸؎ دوسری طرف کفار مکہ کی مخالفت کا یہ عالم تھا کہ حج کے موقع پر ولید بن مغیرہ نے کفار کے معزز لوگوں کو جمع کیا اور کہا لوگو! حج کا زمانہ قریب ہے، یہاں باہر سے بہت سارے لوگ آئیں گے۔ چوں کہ محمدؐ کی باتیں دور دور تک پھیل چکی ہیں، وہ ان کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیں گے، اس لیے بہتر ہے کہ ہم سب کسی ایسی بات پر متفق ہو جائیں جسے سب یکساں طور پر بیان کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اختلاف بیان کی وجہ سے وہ ہماری تکذیب کرنے لگیں اور اس طرح ہمارا وقار مجروح ہو جائے۔ لوگوں نے کہا اے سردار آپ معمر اور تجربہ کار ہیں، آپ ہی کوئی ایسی بات بتائیں جسے ہم لوگوں کے سامنے بیان کریں گے۔ ولید نے کہا پہلے تم لوگ اپنی اپنی باتیں بیان کرو کہ کیا کہو گے۔ اگر وہ غیر مناسب ہوئیں تو ہم بتائیں گے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم انہیں کاہن کہیں گے۔ اس کا رد کرتے ہوئے ولید نے کہا ایسی بات نہیں ہے وہ کاہن نہیں ہیں، میں نے کاہنوں کا کلام دیکھا ہے، ایسی اثر آفرینی کاہن کے کلام میں نہیں ہوتی ۔ دوسرے نے کہا ہم اسے مجنون کہیں گے ۔اس کے جواب میں ولید نے کہا وہ مجنون بھی نہیں ہیں، ہم پاگلوں کے کلام سے خوب واقف ہیں، محمد بہکی بہکی باتیں نہیں کرتا ہے اور نہ غیر شائستہ حرکات کا ارتکاب کرتا ہے۔ پھر لوگوں نے کہا ہم اسے شاعر کہیں گے۔ ولید نے کہا وہ شاعر بھی نہیں ہیں، ہم شاعروں کے کلام سے خوب واقف ہیں، ان کے کلام میں شاعری کی کوئی چیز نہیں۔ پھر لوگوں نے کہا ہم اسے جادوگر کہیں گے۔ ولید نے اس کی بھی نفی کی اور کہا کہ محمد ایسا کوئی کام نہیں کرتے کہ ان پر جادوگر کا اطلاق کیا جا سکے۔ اب لوگوں نے کہا کہ اگر ایسا کچھ نہیں کہہ سکتے تو پھر اے سردار، ہم ان کے متعلق کیا کہیں وہ آپ ہی بتائیں۔ اب ولید نے اپنا حتمی فیصلہ سنایا:

''اللہ کی قسم محمدؐ جو کلام پیش کرتے ہیں اس میں ایک طرح کی شیرینی ہے اور اس کی جڑیں پھیلی ہوئی اور مستحکم ہیں اور اس کی شاخیں ثمر دار ہیں۔ ان میں سے جو باتیں تم کہو گے اس سے تمہارا جھوٹ واضح ہو جائے گا۔ ہاں صحت سے قریب بات جو تم محمدؐ کے بارے میں کہہ سکتے ہو وہ یہ کہ تم ان کے بارے میں یہ کہو کہ یہ شخص جادوگر ہے اور جادو بھرا کلام لے کر آیا ہے، جس کے ذریعے وہ اپنوں کو اپنوں سے بیگانہ اور خاندان کو خاندان سے جدا کر دیتا ہے''۔ ۹؎

ایک مرتبہ نبی اکرمؐ حرم میں ایک طرف تنہا بیٹھے ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ عتبہ بن ربیعہ سرداران قریش سے مشورہ کرنے کے بعد حضورؐ کی خدمت میں پہنچا اور اپنا مدعا ظاہر کیا اور یہ پیش کش بھی کی کہ اس کے عوض آپ جو کچھ بھی طلب کریں ہم پورا کر دیتے ہیں۔ اس کی گفتگو کو سننے کے بعد آپؐ نے سورہ حم سجدہ کی تلاوت فرمائی۔ عتبہ اسے بغور سنتا رہا، یہاں تک کہ نبیؐ جب آیت سجدہ پر پہنچے تو سجدہ کیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: اے ابوالولید آپ نے میری باتوں کو سن لیا، اب آپ جانیں اور وہ لوگ ۔ عتبہ وہاں سے اٹھا اور سیدھا قریش کی مجلس میں پہنچا۔ اسے دیکھتے ہی لوگوں نے کہا، عتبہ وہ نہیں ہے جو حضور کے پاس جاتے وقت تھا۔ لوگوں نے کہا عتبہ بتاؤ کیا خبر لائے ہو۔ اس نے کہا:

''میں نے ایسی بات سنی ہے کہ واللہ کبھی نہیں سنی، واللہ وہ نہ شعر ہے، نہ جادو اور نہ کہانت ۔اے گروہ قریش میری بات سنو اور اس کام کو میری رائے کے موافق کرو، اس شخص کو اسی کی حالت پر چھوڑ دو اور اس سے الگ رہو، کیوں کہ واللہ اس کی جو بات میں نے سنی ہے اسے بڑی اہمیت حاصل ہوگی ۔اگر عربوں نے اس کا خاتمہ کر دیا تو سمجھ لو انہوں نے تمہیں اس سے بے نیاز کر دیا اور اگر اس نے عربوں پر غلبہ حاصل کر لیا تو اس کی حکومت تمہاری حکومت ہوگی، اس کی عزت تمہاری عزت ہوگی''۔۱۰

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار و مشرکین قرآن کو اللہ کا کلام ہی مانتے تھے۔مگر ایک ضد تھی جسے تعارف جاہلانہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا بہر حال انکار کرنا ہے، تا کہ نبیؐ اپنے انبیائی مشن سے باز آجائیں۔۱۰

تمام کوششوں کے بعد قرآن کا بدل تیار نہ کر سکے:

کفار مکہ کے سامنے جب خود باری تعالی نے چیلنج کیا کہ تم اس جیسا کلام پیش کرو تو انہوں نے اپنے طور پر اس کا جواب تیار کرنے کی کوشش کی ۔بڑی مشکل سے طویل سورتوں کے بجائے مختصر سورتیں تحریر کیں۔پھر بھی ان کی یہ سعی نامبارک صرف جگ ہنسائی کا موجب ہوئی اور فضیحت ورسوائی کا ساز وسامان۔

عرب کے مشہور شاعر لبید بن ربیعہ کو اپنی زبان دانی اور مقفی و مسجع کلام کہنے پر بڑا ناز تھا۔ایک مرتبہ اس کے کلام کا کچھ حصہ لوگوں نے خانہ کعبہ میں لٹکا دیا۔اس کے کچھ ہی دن بعد کسی مسلمان نے قرآن مجید کی چند آیات لکھ کر اس کے برابر میں لٹکا دیں۔دوسرے دن اس کا گزر ادھر سے ہوا تو دیکھا کہ میرے کلام کے بغل میں کس کی تحریر لگی ہوئی ہے۔وہ قریب گیا اور قرآنی آیات کو بار بار پڑھنے لگا۔بالآخر وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہوسکتا۔جب وہ اسلام کی دولت سے مالا مال ہو گئے اور خلافت فاروقی کا زمانہ آیا تو وہ حضرت عمرؓ نے شعر کہنے کو کہا۔ اس پر انہوں نے کہا سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کی آیات کے سامنے سارے شعر بے وزن معلوم ہوتے ہیں۔۱۲یعنی اب شعر و شاعری میں کوئی مزہ ہی نہ رہا۔

ابو محمد بن مسلم نحوی فرماتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ اعجاز قرآن پر گفتگو کر رہے تھے۔ایک عمر رسیدہ اور بہت بڑا صاحب کمال شخص میرے قریب بیٹھا تھا۔اس نے کہا قرآن مجید میں ایسی کوئی امتیازی خوبی اور اعجازی شان نہیں کہ فضلا اس کو اپنے کلام میں پیدا نہ کر سکیں۔اس نے وعدہ کیا ایسا کلام میں تین دن میں تیار کر سکتا ہوں۔یہاں تک کہ وہ اپنے مطالعہ کے کمرے میں اس کام کو انجام دینے کے لیے کے بیٹھ گیا۔تین دن بعد لوگوں کو تجسس ہوا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ اس نے حسب وعدہ اب تک قرآن کا بدل تیار کر کے پیش نہیں کیا۔لوگ اس کا حال دریافت کرنے کے لیے گئے ۔دیکھا کہ وہ آدمی دیوار سے ٹیک لگائے خشک تنے کے مانند بیٹھا ہے، اس کا قلم گھس چکا ہے اور اور سیاہی خشک ہو چکی ہے اور پھٹے ہوئے کاغذوں کا ڈھیر اس کے گرد جمع ہے۔۱۳بعد کے عہد میں بھی کچھ لوگوں نے اس طرح کی ناکام

کوششیں کی ہیں، ان میں عبداللہ ابن مقفع کا نام مشہور ہے۔ مگر تمام ہی لوگ ناکام ہوئے اور آخر میں یہی فیصلہ کیا کہ کلام الٰہی کے مماثل دوسرا کلام تیا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ باتیں اس کی صداقت اور منزل من اللہ ہونے کی دلیل ہے۔ ابن جوزی لکھتے ہیں: ''اگر یہ اطمینان اور تسلی کرنا چاہو کہ قرآن مجید نبی اکرمؐ کا اپنا ذاتی کلام نہیں ہے، بلکہ صرف اور صرف وحی الٰہی ہے جو ان پر نازل کی گئی ہے تو آپ کا کلام اقدس حدیث مبارک میں دیکھو، اس میں اور کلام مجید میں کتنا فرق ہے اور دونوں کلاموں اور ان کے اسلوب بیان اور انداز کلام میں کتنا واضح اور بین تفاوت ہے اور یہ امر نا قابل تردید حقیقت ہے کہ ایک ہی شخص خواہ جتنی بھی اسلوب میں تبدیلی اور تغیر کی کوشش کرے لامحالہ تشابہ اور تماثل پایا جائے گا اور بالکل تباین وتغایر کا پایا جانا ممکن نہیں ہوگا، حالاں کہ آں حضرتؐ کے کلمات طیبات میں سے ایک کلمہ بھی قرآن مجید کے مشابہ نہیں ہے۔''[۱۴]

قرآن نے کفار مکہ کے دلوں کی دنیا بدل دی: کفار مکہ کو کلام الٰہی کی بے وقعتی ثابت کرنے کی دھن تھی، اس لئے اوٹ پٹانگ باتیں ذہن میں آجاتیں کہہ دیتے تھے۔ لیکن سب نے دیکھا کہ اسی کلام الٰہی کے سامنے بالآخر وہ سجدہ ریز ہوئے۔ بلکہ عرب کے جتنے بڑے بڑے لوگ تھے اور جن کا شمار خطباء، شعرا اور انشا پردازوں میں ہوتا تھا، قرآن کی تعلیمات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت عمرؓ شروع میں اسلام کے شدید ترین دشمن تھے۔ نعوذ باللہ ایک دن محمدؐ کے قتل کا ارادے سے نکلے، راستے میں خبر ملی کہ ان کے بہن اور بہنوئی اسلام لاچکے ہیں۔ اس خبر نے تھوڑی دیر کے لیے ان کے ارادہ کو ملتوی کردیا۔ گھر پہنچے تو دیکھا کہ اندر قرآن کی تلاوت کی جارہی ہے۔ بہن بہنوئی کے درمیان تھوڑی دیر گرما گرمی رہی، اس کے بعد عمر کے اندر داعیہ پیدا ہوا کہ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ جو نازیبا حرکت کی ہے، واقعی وہ اس کے مستحق تھے بھی کہ نہیں۔ آخر میں انہوں نے بہن سے کہا کہ وہ چیز مجھے سناؤ جس کی تم تلاوت کررہی تھی۔ بہن نے سورہ طٰہٰ کی تلاوت کی۔ ابھی چند آیتوں کی ہی تلاوت ہوئی تھی کہ دل پانی پانی ہوگیا اور اسلام قبول کرنے کے لیے بے چین ہوگئے۔ خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوکر مشرف بہ اسلام ہوئے۔[۱۵] حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک مرتبہ اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ حضورؐ کے حال کی تحقیق کرکے آئیں۔ ان کے بھائی کا شمار عرب کے باکمال شعرا میں ہوتا تھا۔ انہوں نے حضور کے کلام کو سن کر اپنے بھائی سے کہا ابوذر لوگ ان کو کاہن وشاعر کہتے ہیں، لیکن ان میں ایسی کوئی چیز نہیں۔ اس کے بعد حضرت ابوذر غفاریؓ آئے اور کلام الٰہی کو سننے کے بعد اسلام قبول کرلیا۔ ان کے اسلام قبول کرتے ہی آدھا قبیلہ اسی وقت مسلمان ہوگیا۔[۱۶] حضرت عثمان بن مظعونؓ کے قبول اسلام کا واقعہ بھی سورہ نحل کی آیتیں سننے کے بعد پیش آیا۔ جس مجلس میں حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کیا اسی مجلس میں عبیدہ بن جراح عبدالرحمن بن عوف اور ابوسلمہؓ نے بھی اسلام قبول کیا۔[۱۷] جبیر بن مطعمؓ نے حالت کفر میں آں حضرتؐ کو سورہ طور پڑھتے سنا، جب آیت ۳۵-۳۷ پر پہنچے

تو خود جبیر کا بیان ہے کہ مجھ کو یہ معلوم ہوتا تھا کہ میرا دل اڑنے لگا۔[۱۸] طفیل بن عمرو دوسیؓ کو کفار مکہ نے اس حد تک ورغلایا کہ انہوں نے کانوں میں کپڑا ٹھونس لیا کہ مبادا محمدؐ کی آواز میرے کانوں تک نہ پہنچے۔ لیکن اتفاقاً مسجد حرام سے گزرے تو دیکھا کہ محمدؐ نماز پڑھ رہے ہیں، نہ چاہنے کے باوجود انہوں نے کلام الٰہی کو سنا اور اس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ بالآخر اسلام قبول کر کے ہی اپنے گھر لوٹے اور اپنے باپ اور بیوی کو بھی مسلمان بنالیا۔[۱۹] خالد عدوانیؓ جو طائف کے رہنے والے تھے، انہوں نے ایک موقع سے سورہ طارق سنی تو اس قدر متاثر ہوئے کہ حالت کفر میں پوری سورہ یاد کرلی ،بعد میں اسلام قبول کیا۔[۲۰] طائف سے ناامید ہوکر آپ لوٹ رہے تھے اور طائف والوں کی ایذا رسانی سے تکلیف برداشت کرنے کی آپ میں تاب نہ رہی تو آپؐ ایک باغ میں پہنچے وہاں ایک نصرانی غلام رہتا تھا، اس نے کھجور کے خوشے آپ کو دیئے تا کہ آپؐ اپنی بھوک کی شدت ختم کریں۔ آپ نے اسے تناول فرمایا تو پہلے بسم اللہ پڑھا، غلام آپ کی صورت دیکھنے لگا اور کہا واللہ یہ بات تو ایسی ہے کہ یہاں کی بستیوں کے لوگ نہیں جانتے۔ اس کے بعد کچھ گفت و شنید ہوئی، آپ کی باتوں سے وہ اس قدر متاثر ہوا کہ وہ آپ کا سر ہاتھ اور پاؤں چومنے لگا۔[۲۱] حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے گھر کے ایک کونے میں ایک مسجد بنائی تھی، اس میں وہ نماز ادا کیا کرتے تھے، نماز میں بلند آواز سے قرآن کی قرآت کرتے تھے، جس کو سننے کے لیے محلہ کے نوجوان، بچے، بوڑھے، عورت مرد سب جمع ہوجاتے اور آپ کی اس ہیئت و کیفیت کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ قریش کے چند نوجوانوں کو یہ منظر ایک آنکھ نہ بھایا، انہوں نے حضرت ابوبکر کو منع کیا اور کہا کہ تم بلند آواز سے قرآن کی تلاوت نہ کرو، ہمیں خوف ہے کہ کہیں یہ لوگ اسلام میں نہ داخل ہوجائیں۔[۲۲] انصار جب اول اول مقام عقبہ میں اسلام لائے تو قرآن کی اثر انگیزی سے متاثر ہوئے اور اسلام لائے۔[۲۳] نجاشی شاہ حبشہ بھی قرآنی آیات سن کر اسلام سے حد درجہ متاثر ہوا۔[۲۴] اسی طرح حبشہ کے ہی کوئی ۲۰ عیسائی حضرت محمدؐ کی نبوت کی شہرت سن کر مکہ تشریف لائے اور بارگاہ نبوی میں حاضری دی، اللہ کے رسولؐ نے ان کے سامنے قرآن مجید کی آیت تلاوت کی تو وہ اس سے بہت متاثر ہوئے اور اسی وقت اسلام لے آئے۔ ان کے اس عمل پر ابوجہل بن ہشام وغیرہ دوسرے قریشی لوگوں نے ان کو لعنت و ملامت کی، اس کے جواب میں انہوں نے کہا تم اپنے دین پر رہو ہم اسلام پر ہیں اور جہالت میں ہم تمہارا مقابلہ کرنا نہیں چاہتے۔[۲۵]

قرآن مجید حضورؐ کا کلام ہوتا تو اس میں انکی گرفت نہ ہوتی: نبی اکرمؐ کو کلام الٰہی کا پیغامبر بنا کر بھیجا گیا تھا، آپ سے پہلے بھی جتنے انبیاء آئے ان کا بھی یہی کام تھا۔ وہ اپنی طرف سے اس میں کچھ بھی حذف و اضافہ نہیں کرسکتے تھے اور نہ ایسی بات پیش کرنے کے مجاز تھے جو منشائے الٰہی کے خلاف ہو۔ چنانچہ نبی اکرمؐ کے متعلق جو خرافات منسوب کی گئیں، اس کی تردید کرتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: "وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ. لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ. ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ. فَمَا مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ." (الحاقۃ: ۴۴-۴۷)

(اور اگر یہ (نبی) خود گھڑ کر کوئی بات ہماری طرف منسوب کر دیتا تو ہم دائیں ہاتھ سے پکڑ کر اس کی رگ گردن کاٹ دیتے، پھر تم میں سے کوئی اس میں حائل ہونے والا نہ ہوتا۔)

قرآن مجید کے الہامی کتاب ہونے کی بڑی واضح دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں کئی مقامات پر براہ راست حضورؐ کی بعض چیزوں کے تعلق سے گرفت کی گئی ہے اور انہیں ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ مثلاً آپ کے چچا ابو طالب قریب المرگ تھے۔ آپؐ آخر وقت میں ان سے کہتے ہیں کہ چچا اب بھی وقت ہے میری نبوت کا اقرار کر لیجئے میں قیامت میں آپ کی سفارش کا مجاز ہو جاؤں گا۔ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کا آپ کو بہت قلق ہوا۔ نبیؐ کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا اور فرمایا اے نبی تمہارا کام حق کو پہنچا دینا ہے، کون ہدایت قبول کرے گا اور نہ کرے گا، اس کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔ (القصص: ۵۶) اسی طرح ایک موقع پر آپ نے اپنے اوپر شہد حرام کر لیا تھا۔ اس وقت اللہ نے فرمایا: جس چیز کو اللہ نے حلال کر دیا ہے، اسے آپ حرام نہیں کر سکتے۔ (التحریم: ۱) عبداللہ بن ابی منافق کی نماز جنازہ پڑھانے کے بعد اللہ نے آپ سے فرمایا: تم ان کی استغفار کی دعاء کرو گے بھی تو ایسے منافقین کو بخشا نہ جائے گا۔ (التوبہ: ۸۰) اسی طرح مکی زندگی کے ابتدائی سالوں میں آپ بعض سرداران قریش کو اللہ پر ایمان لانے کی تلقین کر رہے تھے اور ان سے کچھ بہتر توقع رکھتے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتومؓ وہاں پہنچ گئے۔ ایسے وقت میں ان کا یہاں آنا حضور کو ناگوار معلوم ہوا۔ اللہ نے فوراً آپ کی گرفت کی۔ جس کی تفصیل سورہ عبس میں موجود ہے۔ اتنی سخت گرفت کا تذکرہ کوئی بھی مصنف اپنی کتاب میں نہیں کر سکتا ہے۔ وہ کوئی کتاب تحریر کرتا ہے تو اس کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ اس میں کوئی ایسی بات نہ آنے پائے جو قابل اعتراض ہو۔ خاص طور پر اپنی ذات کے متعلق اس طرح کی باتوں کا ذکر مصنف کی تصنیف کو مجروح ہی کرے گا نہ کہ مقبول۔

عرب کے ماحول میں قرآن کی تصنیف ناممکن تھی: قرآن کریم میں ایسے بہت سے واقعات بیان ہوئے ہیں جن کا تعلق سابقہ قوموں اور امتوں سے ہے۔ اس کا ذکر سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی نہیں ملتا۔ ان آسمانی کتابوں کے عالموں اور اس مذہب کے راہبوں کے حافظہ میں وہ باتیں کہاں سے آسکتی تھیں جن کے بارے میں ان لوگوں نے کسی کتاب میں نہیں پڑھا اور نہ کسی سے سنا۔ اگر رسول امیؐ نے اہل کتاب سے جو باتیں سیکھیں جیسا کہ کفار و مشرکین باور کراتے تھے اور جیسا کہ مستشرقین کا دعوا ہے تو وہ وہیں تک محدود رہتیں۔ اس سے آگے بڑھ کر قرآن میں جو حقائق بیان ہوئے ہیں وہ کہاں کی پیداوار ہیں۔ اسی کے ساتھ قرآن تمام سابقہ آسمانی کتابوں کی تصدیق بھی کرتا ہے۔ یقیناً اس کے پیچھے کوئی ایسی ہستی ضرور ہے جو علیم و خبیر اور قادر مطلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت کے دوران ایسے واقعات سامنے آتے ہیں جو چونکا دینے والے ہیں۔ اب لامحالہ ذہن اس بات کی طرف مائل ہوتا ہے کہ ایسا جامع کلام پیش کرنے والا انسان نہیں ہو سکتا اور عرب کے ماحول میں ایسی کتاب کی تصنیف ممکن بھی نہ تھی

۔جیسا کہ عبدالقادر جیلانی لکھتے ہیں

''یہ مسئلہ اس وقت تک حل طلب ہی رہے گا جب تک کہ وحی الٰہی کوذریعہ علم تسلیم نہیں کیا جاتا اور جوں ہی وحی کو اس کا ذریعہ تسلیم کرلیا جائے تمام مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں کہ تمام صحف سماوی کا تعلق ایک ہی سر چشمہ ہدایت سے ہے ،جس کے باعث ان میں مماثلت پائی جاتی ہے ۔قرآنمیں عہد نامہ قدیم وجدید کے مذکور انبیاء کا تذکرہ اسی لیے بار بار ہوتا ہے کہ وہ بھی انسان اور عالم بالا کے درمیان واسطہ تھے ۔جس طرح پیشہ ور طبقے مثلاً مورخ ،سائنس داں،اطبا،فلسفی ،سب کے سب اپنے پیش رو مشاہیر سے اپنا تعلق قائم رکھتے ہیں ۔اسی طرح اگر سلسلہ توحید میں یہی تعلق نظر آتا ہے تو اس میں حیرت کی کون سی بات ہے؟ کوئی بھی شخص جو کسی صحیفہ سماوی کا قائل ہو قرآن کے صحیفہ سماوی ہونے سے انکار نہیں کرسکتا ۔قرآن ہر پہلو سے دیگر صحف سماوی سے اعلیٰ وارفع ہے۔''۲۶

یکبارگی قرآن کے نازل نہ ہونے سے کلام الٰہی کی نفی نہیں ہوتی:

قرآن کریم کا نزول حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا ہوا۔جس وقت جیسی ضرورت درپیش تھی ،اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کے ذریعہ محمدؐ پر نازل کیا۔اس پر کفار مکہ کہتے کہ اگر یہ اللہ کا کلام ہوتا تو پورا کا پورا ایک ہی بار مکمل کتاب کی شکل میں نازل ہوتا۔محمد کو جس دن جتنی آیات یاد اور محفوظ ہو جاتی ہیں ،اسے دوسروں تک پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جسے فرشتہ وحی لے کر آیا ہے۔حالاں کہ ایسا کرنے کی مصلحت کیا تھی وہ سب پر واضح ہے۔اگر کلام الٰہی یک بارگی نازل ہوجاتا تو یہ ایک بار گراں ہوتا ،جس سے استفادہ مشکل ہوجاتا ۔ان کے اس الزام اور اعتراض کا ذکر قرآن میں اس طرح کیا گیا ہے: ''وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا.''(الفرقان:۳۲-۳۳)

(منکرین کہتے ہیں اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا؟ ہاں ایسا اس لیے کیا گیا ہے کہ (اے نبی) اس کو اچھی طرح ہم تمہارے ذہن نشین کرتے رہیں اور (اسی غرض کے لیے) ہم نے اس کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ الگ الگ اجزا کی شکل دی ہے اور (اس میں یہ مصلحت بھی ہے) کہ جب کبھی وہ تمہارے سامنے کوئی نرالی بات (یا عجیب سوال) لے آئے ،اس کا ٹھیک جواب بروقت ہم نے تمہیں بتادیا اور بہترین طریقے سے بات کھول دی۔)

قرآن ایک عظیم معجزہ اور جملہ علوم وفنون کا مجموعہ ہے: اپنے تجربات ومشاہدات اور علمی تحقیقات وتصنیفات کو دوسروں تک منتقل کرنے کا کام ہر زمانے میں لوگوں نے انجام دیا ہے۔ایسے لوگوں کی علمی کاوشوں کا ایسا عظیم انبار ہے کہ ہم اس کا صحیح طور سے احاطہ نہیں کرسکتے ۔انسانی زندگی اور اس کی ضرورت کا کون سا ایسا گوشہ ہے جسے موضوع بحث نہ بنایا گیا ہو۔لیکن جب یہ چیزیں منظر عام پر آئیں تو بہر صورت اس میں تشنگی اور کمی پائی گئی ہے۔اس کے

برخلاف ۱۱۴ چھوٹی بڑی سورتوں پر مشتمل کتاب قرآن کریم اتنی جامع اور مکمل ہے کہ اس میں دنیا کی ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کردیا گیا ہے۔ جملہ افکار وخیالات کی نشان دہی کردی گئی ہے، روز وشب گزارنے کے اصول بیان کردیئے گئے ہیں،حق و باطل کی نشان دہی کردی گئی ہے،حرام وحلال کو واضح کردیا گیا ہے، جزا وسزا کا مدار متعین کردیا گیا ہے، آئندہ رونما ہونے والے واقعات وتغیرات سے پردہ اٹھادیا گیا ہے، پچھلی امتوں اور نبیوں ورسولوں کے احول وکوائف سے بھی روشناس کرادیا گیا ہے۔گویا کہ دنیا کی ہر چیز کا اس میں اجمالی یا تفصیلی ذکر ہے اور چشم بصیرت رکھنے والوں کے لیے عبرت ونصیحت بھی ہے۔اس کا ایک ایک جملہ اتنا جچا تلا اور ادبیت واعجاز سے لبریز ہے کہ اگر آدمی اس کی تفسیر وتعبیر کے لیے قلم اٹھائے تو وہ اس کا حق ادا نہیں کرسکتا۔یہ باتیں خود اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ انسانی کلام نہیں ہے۔بھلا ایک ' امی' آدمی اتنی جامع کتاب کیسے تصنیف کرسکتا ہے جس نے اپنے زمانہ آغاز سے لے کر آج تک دنیا میں ہلچل مچا رکھی ہے۔لہذا اس عظیم کتاب کو ایک عظیم معجزہ کے طور پر ہی تسلیم کرنا چاہیے۔خود نبی اکرمؐ نے فرمایا:

''پیغمبروں میں سے ہر پیغمبر کو اللہ تعالی نے کچھ نہ کچھ معجزات عطا کیے، جسے دیکھ کر لوگ ایمان لائے۔لیکن جو معجزہ مجھے عنایت کیا گیا وہ وحی (قرآن) ہے۔جس کو اللہ نے مجھ پر اتارا ہے۔اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میری اتباع کرنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔'' ۲۷

نیز قرآن کریم کی جامعیت کا اندازہ مندرجہ ذیل روایت سے بھی لگایا جاسکتا ہے:

''حارث الاعورؒ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد سے گزرا۔میں نے دیکھا کہ لوگ بحث کررہے تھے۔میں حضرت علی کے پاس گیا اور کہا امیرالمومنین ! کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ لوگ آپس میں مناظرہ کررہے ہیں۔ فرمایا: کیا وہ ایسا ہی کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں۔حضرت علی نے فرمایا: میں نے رسول اللہؐ سے سنا ہے کہ عنقریب فتنوں کا دروازہ کھل جائے گا۔میں نے پوچھا کہ فتنوں سے بچاؤ کا راستہ کیا ہے؟ فرمایا: فتنوں سے بچانے والی چیز اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔یہ قرآن وہ کتاب ہے جس میں تم سے پہلی قوموں کی (ہدایت وضلالت،عروج وزوال کی) خبریں موجود ہیں اور تمہارے بعد کی خبریں بھی۔(جو زندگی میں اس کے بعد موت کے وقت اور قبر وحشر میں تمہارے سامنے آنے والی ہیں۔) اور اس میں ان تمام اختلافات اور جھگڑوں کا حل موجود ہے جو تمہارے درمیان پیدا ہوسکتے ہیں۔یہ قرآن حق وباطل میں فیصلہ کرنے والی کتاب ہے۔اس میں ایک چیز بھی ایسی نہیں جس کو فضول بے کار ہزل کہا جاسکے۔یاد رکھو جو شخص اپنے غرور وشر کی وجہ سے قرآن شریف پر توجہ نہ دے گا، اللہ اسے پاش پاش کردے گا اور جو کوئی اس قرآن سے ہٹ کر کہیں دوسری جگہ ہدایت وکامیابی اور خدا ترسی کی راہ ڈھونڈے گا، اللہ پاک اسے گم راہی کے غار میں ڈھکیل دے گا۔یہ قرآن اللہ پاک کی مضبوط رسی ہے۔یہ ایسی نصیحت ہے جس کی پختگی میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور یہی صراط مستقیم ہے۔یہ وہ محکم اور مضبوط کتاب ہے کہ خواہشات کے پیچھے لگنے والے اس میں تبدیلی نہیں

کر سکتے۔ یہ مقدس کتاب ہے جس کو مختلف زبانوں والے لوگ پڑھیں گے، مگر ان کی مختلف بولیوں کا اس پر کوئی اثر نہ پڑے گا۔ یہ وہ علمی خزانہ ہے جس کے حاصل کرنے سے قدر دان علم سیراب نہیں ہوتے اور نہ کثرت تلاوت سے یہ کتاب پرانی ہوتی ہے۔ یہ وہ نادر کتاب ہے جس کے اندر بیان کردہ عجائبات کی کوئی حد نہیں۔ ہاں یہی وہ کتاب ہے جسے سن کر جنات کو اقرار کرنا پڑا اور وہ کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب کتاب سنی ہے جو یقیناً خدائی الہام ہے، پس ہم اس پر ایمان لائے۔ یہ کتاب سراسر رشد و ہدایت کا خزانہ ہے۔ یہ وہ کتاب ہے کہ جس نے اس کے ساتھ کوئی بات منہ سے نکالی وہ یقیناً سچا ہے اور جس نے اس پر عمل کیا اس کو ثواب حاصل ہوگا اور جس نے اس کو قانون ٹھہرایا اس نے عدل کیا اور جس نے اس کی طرف دعوت دی وہ یقیناً صراط مستقیم کا ہادی ہوا۔ (اے اعور اس کو لے لو۔)'' ۲۸

آپؐ کے دست مبارک سے یوں تو بہت سارے معجزات صادر ہوئے، مگر سوائے قرآن کے کسی معجزہ کو کسی چیلنج کے مقابلے میں حضورؐ نے پیش نہیں کیا۔ لوگوں نے آپ سے نبوت کی نشانی مانگی تو آپ نے قرآن ہی کو جواب میں پیش کیا۔ جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن ہی آپکا سب سے عظیم معجزہ ہے۔ جس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر و عاجز ہے۔

چند دنوں قبل امریکہ کے ایک پادری 'ٹیری جونس' نے ۹/۱۱ کے برسی کے موقع پر قرآن کریم کو نذر آتش کرنے کی منظم کوشش کی اور اپنے عمل کو انجام دینے کے لیے فضا ہموار کی۔ اس کی مخالفت پوری دنیا کے مسلمانوں نے اور خود بعض امریکی باشندوں نے بھی کی۔ لیکن بروقت پر وہ اپنے اس ناپاک فعل سے باز آ گیا۔ اسے صرف قرآن کریم کا معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

قرآن آج بھی دلوں کی دنیا بدل دینے کی صلاحیت رکھتا ہے: ہمارا یقین اور ایمان تو سابقہ تمام آسمانی کتابوں پر ہے کہ یہ منزل من اللہ ہیں۔ البتہ ان کی تعلیمات پر عمل کرنے کا حکم نزول قرآن کے بعد منسوخ ہوگیا۔ اگر کفار مکہ اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی کی بنا پر قرآن کے الہامی کتاب ہونے کے سلسلے میں معترض ہوئے تو ان میں بیشتر افراد اس کی صداقت کے بھی معترف تھے اور اس کتاب ہدایت پر ایمان بھی لائے۔ لیکن جب زمانہ ترقی کرتے ہوئے آگے بڑھا اور لوگوں کے اندر علم وفن کی ترقی ہوئی، تحقیق و تجربے کا میدان وسیع ہوا تو ضروری تھا کہ وہ مزید قرآنی شواہد و حقائق پر غور کرتے اور اس کے مندرجات سے فائدہ اٹھاتے اور اس پر ایمان لاتے، نہ کہ اس کی مخالف کرتے اور ایسی یادہ گوئی کے مرتکب نہ ہوتے کہ کفار مکہ کی جاہلانہ مخالفت بھی ماند پڑ جائے۔ قرآن لوگوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس سے استفادہ کیا جائے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ قرآنی آیات کی تکذیب کی جائے، اس کے نزول کی کیفیت کا مذاق اڑایا جائے اور اس کے متعلق من گھڑنت باتیں منسوب کی جائیں۔ قرآن اپنے آپ میں خود ایک دلیل ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے جو محمدؐ پر نازل ہوا ہے۔ اس کے لیے مزید دلائل کی تلاش بے سود ہے۔ جن مخالفین نے اس کے بارے میں مختلف اعتراضات کیے ہیں، انہیں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہوئے جنہوں نے بڑے واضح

انداز میں کہا کہ خود قرآن اپنے آپ میں ایک بڑی دلیل ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ اسکی تعلیمات پر عمل کرنا نہایت آسان ہے اور اس کی روشنی میں انسان دین و دنیا کی فلاح حاصل کرسکتا ہے۔ جیسا کہ مشہور مستشرق 'فلپ کے حتی' لکھتا ہے:

''خود لفظ قرآن کے معنیٰ پڑھائی، تقریر اور مکالمہ کے ہیں۔ یہ کتاب ایک قومی اور زندہ آواز ہے، اس کو زبان سے پڑھنے اور اس کے اصلی متن کو سنتے ہی اس کی حقیقی قدر و قیمت پہچانی جاسکتی ہے، اس کی قوت تاثیر زیادہ تر اس کے منفرد انداز لحن، ترتیل اور الفاظ کے سبک پن میں مضمر ہے اور اس کی یہ خصوصیات ترجمہ میں بالکل منتقل نہیں کی جاسکتیں، اسلام کی اساس اور مسلمانوں کے مذہبی اور اخلاقی معاملات میں قطعی حکم ہونے کے اعتبار سے قرآن نے مسلمانوں کے فکر و عمل پر جو اثرات مرتب کیے ہیں وہ مسلمانوں کی داستان کا ایک بڑا حصہ ہے۔''[۲۹]

مشہور مستشرق 'کارلائل' نے اسی صداقت کا اعتراف اپنے ایک مشہور اور طویل خطبے میں کیا ہے۔ نیز اس نے مغربی دنیا کو مخاطب کر کے یہ بھی کہا تھا: ''میں نے اپنی ادبی، فکری اور قلمی زندگی سے یہ نتیجہ حاصل کیا ہے کہ کتاب کوئی بھی ہو، اس کی عظمت کا معیار بالآخر خلوص ہوتا ہے۔ بندے کے حق میں اس سے زیادہ مخلص کون ہوسکتا ہے جس نے اسے بنایا۔ قصہ مختصر جس خالق نے بندے کو پیدا کیا، اس نے رہنمائی کیلئے قرآن بھی نازل کیا۔ میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ خلوص کی کسوٹی پر یہ کتاب لاثانی ہے، کھری ہے، خالص ہے۔ بدقسمتی ہے انسان کی کہ خالص سونے کے گرد کھوٹ چڑھادیا گیا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ کتاب الٰہی کے سمجھنے میں نہ جانے کن کن لوگوں نے مختلف طریقوں اور ناموں سے روایتوں کا ڈھیر لگادیا ہے۔ جی ہاں! سونے کے ارد گرد کھوٹ۔ میں تو چلا جاؤں گا، آپ لوگ جو میری باتیں اتنی محبت سے سن رہے ہیں، آپ سب بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ لیکن ممکن ہے کہ آج میرے دل سے نکلی ہوئی 'نوا' وقت کا بے رحم ہاتھ محفوظ کرلے اور آپ نہیں تو آئندہ صدیوں میں آنے والے ایک دو صاحب فکر و نظر دنیا تک پہنچائیں۔''[۳۰]

قرآن کریم آج تک تحریف و تبدیل سے بھی پاک ہے: کچھ عرصہ پہلے جرمنی کے عیسائی پادریوں نے سوچا کہ حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں جو انجیل آرامی زبان میں تھی، وہ اب دنیا میں پائی نہیں جاتی۔ اس وقت جو انجیل کا نسخہ پایا جاتا ہے وہ یونانی زبان میں ہے، اسی زبان سے دوسری زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے ہیں۔ لہٰذا یونانی مخطوطوں کو جمع کیا جائے اور ان کا آپس میں مقابلہ کیا جائے، بڑی محنت کے بعد دستیاب نسخے جمع کیے گئے اور ان کے ایک ایک لفظ کا باہم مقابلہ کیا گیا، اس کی رپورٹ شائع کی گئی اور بتایا گیا کہ ان میں کوئی دو لاکھ اختلافی روایات ملتی ہیں، اس کے بعد یہ جملہ بھی تحریر کیا گیا کہ ان میں سے ۱/۸ اہم ہیں۔ اس رپورٹ کے کچھ عرصہ بعد لوگوں کے اندر قرآن کے متعلق حسد پیدا ہوا کہ قرآن کا بھی آپس میں موازنہ کیا جائے، چنانچہ اس کے لیے جرمنی کی میونخ یونیورسٹی میں ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ اس کا نام رکھا گیا ''قرآن مجید کی تحقیقات کا ادارہ'' اس کا مقصد یہ تھا کہ پوری دنیا سے قرآن مجید کے قدیم ترین نسخوں کو کسی بھی طرح حاصل کیا جائے۔ جمع کرنے کا یہ سلسلہ تین نسلوں تک جاری رہا ۱۹۳۳ء

میں اس کے تیسرے ڈائرکٹر پریتیسل نے بتایا کہ اس ادارہ میں قرآن مجید کے ۴۲ ہزار نسخوں کے فوٹو موجود ہیں اور مقابلے کا کام جاری ہے۔ دوسری جنگ عظیم میں اس ادارے کی عمارت پر ایک امریکی بم گرا اور عمارت و کتب خانہ سب برباد ہوگیا۔ لیکن اس حادثہ سے کچھ ہی پہلے ایک عارضی رپورٹ شائع ہوئی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں کہ قرآن مجید کے نسخوں میں مقابلے کا جو کام ہم نے شروع کیا وہ ابھی مکمل نہیں ہوا ہے، لیکن اب تک جو نتیجہ نکلا ہے وہ یہ کہ ان نسخوں میں کہیں کہیں کتابت کی غلطیاں تو ملتی ہیں لیکن اختلاف روایت ایک بھی نہیں ہے۔ ۱۳ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جانا چاہیے کہ اللہ نے خود اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ." (الحجر:۹) (ہم نے ہی اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔)

تحریف قرآن کی تمام کوششیں ناکام ہوں گی.. اپنی برتری کو دنیا میں تسلیم کرانے کیلئے اہل مغرب قرآن کو الہامی اور دنیا کی عظیم ترین کتاب ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ اس لیے وہ اس میں ہمیشہ سے طرح طرح کے عیوب نکالتے رہے ہیں۔ ان کی ڈھٹائی کا یہ عالم کہ وہ اپنی کتابوں کی طرح قرآن مقدس میں بھی تحریف و ترمیم کے عمل سے گزرنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب کہ یہ بات تسلیم کی جاچکی ہے کہ آج تک اس میں ایک لفظ کا بھی حذف و اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس دعویٰ کو مشکوک ٹھہرانے کیلئے مغرب نے ایک ناکام اور بے ہودہ کوشش یہ کی کہ قرآن کے مقابل ایک کتاب 'الفرقان الحق' کے نام سے گھڑ ڈالی اور اسی نہج پر اس کتاب کی ترتیب و تدوین کی اور اس میں پیش کی گئی سورتوں کا نام بھی اسی انداز پر رکھا۔ مگر جب 'الفرقان الحق' منظر عام پر آئی تو مغربی ذہنیت کا پول کھل گیا اور کسی نے بھی اس کوشش کو نہیں سراہا، بلکہ ہر طرف سے اس پر صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ آخر نتیجہ یہی ہوا کہ چند دنوں کے بعد ہی یہ فتنہ خود بہ خود سرنگوں ہوگیا۔ عبدالرحمن ابن جوزی لکھتے ہیں: ''ہمارے نبیؐ کے صدق دعویٰ اور حقانیت رسالت پر سب سے بڑی دلیل اور برہان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے دعوے دار کو بہت کم مہلت دیتا ہے، پھر اس کو عذاب میں مبتلا کرکے بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکتا ہے۔ تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ ایسی ذات کو جو اس پر بہتان باندھے اور افترا کرے، سالہا سال تک مہلت دے۔'' ۳۲

قرآن ایک زندہ حقیقت ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو لوگوں کی ہدایت کیلئے نازل کی گئی ہے، اسلئے وہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ اس طرح کی جو بھی بیہودہ کوشش کی جائے، اس کا لغو ہونا دنیا پر واضح ہوکر رہے گا۔ کیوں کہ خود باری تعالیٰ فرماتا ہے: "إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ. لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ." (حم السجدہ/فصلت: ۴۱-۴۲) (یہ وہ لوگ ہیں جن کے سامنے کلام نصیحت آیا تو انہوں نے اسے ماننے سے انکار کردیا، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے۔ باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ ایک حکیم و حمید کی نازل کردہ کتاب ہے۔)

مآخذ ومراجع

۱۔ ڈاکٹر محمد ثناء اللہ ندوی (مرتب) عربی اسلامی علوم اور مستشرقین (مجموعہ مقالات عربی) توحید ایجوکیشنل ٹرسٹ، کشن گنج، بہار، ۲۰۰۴ء، ص:۱۱، مضمون نگار: ڈاکٹر التہامی النقرہ، مضمون: مستشرقین اور قرآن

۲۔ ایضا ۳۔ ایضا، ص:۱۲ ۴۔ ایضا، ص:۱۱

۵۔ G.Sale.The Koran,New York,1890,P:48

۶۔ ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی، اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، اریب پبلیکیشنز، نئی دہلی، ۲۰۰۷ء، ص:۱۸۹-۱۹۰

۷۔ محمد عبدالملک بن ہشام، سیرۃ النبیؐ، مطبعۃ حجازی، قاہرہ، ۱۹۳۷ء، ج:۱، ص:۴۲۰

۸۔ ایضا، ج:۱، ص:۳۳۷-۳۳۸ ۹۔ ایضا، ج:۱، ص:۲۸۳-۲۸۴ ۱۰۔ ایضا، ج:۱، ص:۳۱۳-۳۱۴

۱۱۔ ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن بنت الشاطی، قرآن کریم کا اعجاز، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۱۹۹۹ء، ص:۶۹

۱۲۔ عزالدین بن الاثیر جزری، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ، دارالشعب، قاہرہ، ج:۴، ص:۵۱۶

۱۳۔ عبدالرحمٰن ابن جوزی، الوفا باحوال المصطفیٰ (اردو ترجمہ) اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی، ۱۹۸۳ء، ص:۳۱۶

۱۴۔ ایضا، ص:۳۱۹ ۱۵۔ سیرۃ النبیؐ، ج:۱، ص:۳۶۵-۳۶۸

۱۶۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب قصۃ اسلام ابی ذر الغفاری ۱۷۔ مسند احمد، ج:۱، ص:۳۱۸

۱۸۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، تفسیر سورہ طور ۱۹۔ سیرۃ النبی، ج:۱، ص:۴۰۷-۴۱۰

۲۰۔ مسند احمد، ج:۴، ص:۳۳۵ ۲۱۔ سیرۃ النبیؐ، ج:۲، ص:۳۰

۲۲۔ ایضا، ج:۱، ۳۹۶ ۲۳۔ ایضا، ج:۲، ص:۳۸

۲۴۔ ایضا، ج:۱، ص:۳۵۹ ۲۵۔ ایضا، ج:۱، ص:۴۱۸-۴۱۹

۲۶۔ اسلام، پیغمبر اسلام اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر، ص:۲۴۹-۲۵۰

۲۷۔ صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب قول بعثت بجوامع الکلم

۲۸۔ سنن ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن

۲۹۔ Philip K. Hitti, The Arabs a short History, London, 1968, P:34

۳۰۔ Thoms Carlyle The hero as prophet, Islam Service Lea gue Dongri, Bomby.

۳۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاول پور، اسلامک بک فاؤنڈیشن، دہلی، ۱۹۹۷ء، ص:۳۴-۳۵

۳۲۔ الوفا باحوال المصطفیٰ، ص:۴۰۳

مولانا حذیفہ وستانوی، انڈیا

فتنہ نیو ورلڈ آرڈر اور سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن تعلیمات کو لے کر مبعوث کیے گئے وہ ایسی ہمہ گیر اور کامل و مکمل ہیں کہ رہتی دنیا تک اس سے رہنمائی ملتی رہے گی، زمانہ چاہے کتنا ہی ترقی کیوں نہ کر جائے، مگر وہ تعلیمات نبویہ سے دست بردار نہیں ہوسکتا، کیوں کہ قرآن کا اعلان ہے: ''الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ''۔ میں نے آج تمہارے دین کو کامل و مکمل کر دیا اور میری نعمت کو تم پر تام کر دیا اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کر لیا۔

اس آیت کریمہ میں غور کرنے کی ضرورت ہے، اس لیے کہ قرآن نے دو جملے استعمال کیے ہیں: اکمالِ دین اور اتمام نعمت ۔ بظاہر دونوں ایک معلوم ہوتے ہیں، مگر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اکمال دین کا جملہ لا کر بنی آدم کو صاف الفاظ میں خبر دے دی کہ اس دین کے آنے کے بعد تمام ادیان سابقہ منسوخ ہو چکے ہیں، اس لیے کہ بقیہ زمانہ میں جو شریعتیں اللہ کی جانب سے انبیاء سابقین کے ذریعہ بنی نوع انسانی پر نازل کی گئی تھیں، وہ اس زمانہ کے لحاظ تھیں مگر نبی آخر الزماں احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ ﷺ کو جو شریعت دی گئی، وہ صرف ان کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں، ایسی کامل و مکمل ہے، کہ ہر زمانہ میں اللہ کے رضا جوئی والی راہ جاننے کے لیے کافی ہے اور وافی ہے۔ اور دوسرا جملہ ''اتممت علیکم نعمتی ''یعنی اور یہ کہ تم پر میری نعمت کو مکمل کر چکا ہوں تو ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد نعمت رسالت ہو، یعنی اب آپ ﷺ کے بعد کوئی رسول نہیں آئے گا، اور ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد بندوں کو یہ بتانا ہو کہ اسلام جو مادہ پرستی کے دور میں انسان کے لیے شاق معلوم ہوگا، اس کے عاشق شر ہونے کی وجہ سے، ایسا نہیں ہے بلکہ اسلام اللہ کی ایک نعمت عظیم ہے، جس میں اعتدال، لہٰذا ضرورت زمانہ کے نام سے کسی طرح کی تحریف و تغیر کا حامل نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ اب قیامت تک قرآن و حدیث کے بیان کردہ خطوط و اصول پر قائم رہے گا۔ غرضیکہ ہم ربیع الاول کی مناسبت سے نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے دنیا میں برپا کیے جانے والے فتنے کا تعاقب کرتے ہوئے اس مضمون میں یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے مطالبات کیا ہیں، اور اسلام میں سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اس کا حل کیا ہے۔ امید ہے کہ بصیرت سے پڑھ کر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آمین یارب العالمین!

نیو ورلڈ آرڈر: ۱۸۹۷ء کی سال یہودیوں نے اپنی ایک کانفرنس میں نیا عالمی نظام New